

شام ہو گئی آخ

یا سر عباس

Sham Ho Gai Aakhaz

Yasir Abbas



الغازى پيليكشنز

Mobil: 0300-4329065



شام بوگئی آخر

حَلَّ هُوَ الْمُرْ

یاسِر عباس

الغازی پبلیکشنز

14 عاشق بلڈنگ رائل پارک لاہور

جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ (●)

اشاعت 18 جولائی 2007ء

کتاب شام ہوئی آخر

شاعر یاسر عباس

سرورق سید جواد حیدر

کمپوزنگ شفاء حسین نقوی

ناشر سلیم چوہان

پروفیڈنگ محمد نواز

ترنیشن و ارٹش سید یاسر عباس نقوی (ایڈو و کیٹ)

طبع شرفاروق پرنٹرز، لاہور

تعداد 786

قیمت 202 روپے 10 امریکی ڈالر 20 سعودی ریال

اهتمام الغازی پبلیکشنز

14 عاشق بلڈنگ رائل پارک لاہور

فون نمبر 0300-4329061

پھر سید نور حسین شاہ بخاری جلالی

کی زگاہ فیض کے نام

فہرست

| | | |
|----|---|--------------------------------------|
| 12 | نَازِ مظفر آبادی | یا سر — سراپا محبت |
| 14 | سَارَه خان | شعریت کا Climax |
| 17 | شام ہو گئی آخر — چند آراء احمد حسین مجاهد، پروفیسر راجہ مشتاق حسین | زَہرَہ جبیب، پروفیسر راجہ مشتاق حسین |
| 19 | یا سر عباس — بڑی نظر میں مفتش کفایت حسین نقوی | خواجہ محمد سعید (چیف جسٹس پریم کورٹ) |
| 20 | | کلموا تعرفا |

شاعری

| | |
|----|--------------------|
| 24 | اللَّهُ |
| 25 | لَهُنْ أَقْرَبُ |
| 26 | سَايِہ دیوار مدینہ |
| 28 | أَنْكَی بات |
| 29 | یا علیٰ |

| | |
|----|---|
| 30 | پیاسوں کی صدا — عباس |
| 32 | پھرا |
| 34 | غم حسین شکر یہ |
| 36 | واہ حسین |
| 37 | سمیلی سر کار |
| 38 | سیدنا چن پیر بلوٹی |
| 39 | ایک شعر |
| 40 | مجھ کو اداس کر کے وہ خود بھی اداس تھی |
| 42 | اُس سے میرا کیا رشتہ تھا؟ |
| 44 | اک ترے لمس رائیگاں کے لیے |
| 46 | Out Cast.... |
| 47 | اپنی محبتوں کا میں ان جام سوچ کر |
| 49 | ہم سادہ لوگ دل میں محبت کو پال کے |
| 51 | براہ راست مرے دل کے آس پاس آئے |
| 53 | وہ کیا ہوئیں نظر سے سوالوں کی بارشیں |
| 54 | کاش |
| 55 | پیار کا مجزہ ہے ہو جانا |
| 57 | جو اکثر بھر سے گمراگئے ہیں |
| 58 | جب بھی آئے وہ مرے پاس ستانے آئے |
| 59 | چاندنی اوزھ کر |
| 61 | چلو چلیں میکدے کی جانب قدم قدم پر ثواب ہوگا |
| 63 | ایک شعر |

- دو گھنی محو گفتگو ہو کر
64
- ہجر آنسو وصال ہے آنسو
65
- ہرز مانے میں رونق مقلّل
67
- Endless....
68
- ایک شعر
69
- ہمسفر پھر نئی سحر تک اُداسیوں کے گھنیرے سائے
70
- وصل میں موت، حیات ہو جیسے
72
- محبت کر بلا ہے
73
- خُسن کی تفسیر ہیں یہ خوبصورت لڑکیاں
75
- چُکھ غلط فصلے
76
- کسی کے اشک مرے واسطے نگینہ تھے
78
- کہاں گئے وہ مرے باوفا خاموش
80
- یہی بہت ہے کرم اپنی سادگی کے لیے
82
- بے نہایت محبت وفا آپ سے
84
- بجھنا جائے اے خدا خالی گھروں کی روشنی
86
- لوگوں سے میں کیسے ملتا سیم زدہ جذبات کے ساتھ
88
- کوئی رشتہ اگر چہ نہ تھا آپ سے
90
- کب یہ پڑھنے کی چیز ہوتی ہے
91
- ایک وہ وقت تھا
92
- بل کے بھی انتظار باقی ہے
94
- مجھے نوٹے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے
96
- مرے ساتھ جتنے غزال تھے مری سب سے ہمسفری رہی
97

98

Commitment

99

مسکراتے رہو

101

آؤ دونوں قریب ہو جائیں

103

نہ کسی ورق پر قم ہوا مر اواقعہ مری زندگی

104

وفا کے شفاف آئینے میں جو میں نے دیکھا وہ باب لکھا

105

ضرورت کی خاطر محبت نہ کرنا

107

نہ ملنا ناگہانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

108

سہار غم ہے

109

سوکھڑے کلیج کے یاسر کیوں منہ کونہ آئیں گے آخر

110

شام ہو گئی آخر

111

عداوت کی تپتی ہوئی را گھور پر

112

فائدہ کیا ہے دل لگانے کا؟

113

شکستہ دل کی بس اک فغاں ہوں یہ میں کہاں ہوں

114

شب فرقہ کا یہ پھر تہنا

116

تمہارا چہرہ ہی ہر طرف تھامیں نہیں تھا

118

ترکِ وفا کی بات سے پہلے

120

ٹونے رکھے ہیں زمانے سے مراسم کیا کیا

121

ذہن ان بھارہا مسائل میں

123

نگاہوں سے خدا حافظ

124

انجام سے آگے

125

۸ اکتوبر 2005ء

126

احسان

| | |
|-----|-------------|
| | زندگی |
| 127 | اطمینان |
| 128 | آہٹ |
| 129 | دریا |
| 130 | غور |
| 131 | بچپن |
| 132 | دلasse |
| 133 | اک نام |
| 134 | یاد |
| 135 | لیکن |
| 136 | مشکل |
| 137 | تسنی |
| 138 | پہچان |
| 139 | تلash |
| 140 | قا قلے |
| 141 | Dilemma.... |
| 142 | دعا |

نام : یاسر عباس

پتہ : ڈیل، مظفر آباد، آزاد کشمیر

فون : 0300-5279944

ایمیل : yasirabbas1301@hotmail.com

تعلق
مقرر
سائبان
ہارے
محاذا
اور

یاسر — سراپا محبت

یاسر عباس نے محبت جیسے اعلیٰ وارفع جذبے کو مضمونِ عالی بنانے میں نہایت مہارت اور دل کے گھرے جذبے سے کام لیا ہے۔ اس نے محبت کو عبادت کا درجہ دینے میں اپنی اعلیٰ بصیرت اور دانشوری کا ثبوت مہیا کیا ہے۔ وہ چونکہ ”سراپا محبت“ ہے لہذا دوسروں کو بجا طور پر فروعِ محبت ہی کا درس دیتا ہیں۔

یاسر کی شاعری کا بنیادی نقطہ چونکہ محبت ہے، اس لیے وہ ہر روپ میں محبوب کا جلوہ دیکھتا ہے۔

یاسر عباس بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہے اور اسے محبوب سے با تیں کرنے کا فن بخوبی آتا ہے اور وہ محبوب کو قائل کرنے کا ہنر بھی خوب جانتا ہے۔

یاسر عباس نے غزل کے اظہار بیان کو وسیع سے وسیع تر بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس نے خیال آفرینی کے میدان میں بھی بہت سے کمالات دکھائے ہیں۔

یاسر نے غمِ جاناں کی آبیاری پوری دیانت داری اور آن بان سے کی ہے۔ یاسر کی شاعری کا بالکل ان اور تغزلت کا جادو سرچڑھ کر بولتا ہے۔

یاسر کی شاعری پختہ کاری کی پختہ دلیل ہے۔ جہاں تک یاسر عباس کی شخصیت کا

تعلق ہے وہ بلاشبہ ہمہ جہت خوبیوں کا حامل، بہت خوبصورت نوجوان ہے۔ وہ بلند پایہ مقرر اور نوجوان قانون دان بھی ہے۔ بلاشبہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہے۔ والدین کا سائیہ شفقت سر پر موجود نہ ہونے کے باوجود یا سر ایک نہایت دلیر، باہم ت اور کبھی حوصلہ نہ ہارنے والا ایسا انسان ثابت ہوا ہے جو ادب اور قانون کے علاوہ کئی دیگر معاشرتی و سماجی میاذوں پر بڑی ثابت قدی سے ڈٹا ہوا ہے۔ میں نے ہمیشہ اسے ہنستے مسکراتے دیکھا ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ اسے ہمیشہ ہستا مسکرا تار کھے۔ آمین!

ناز مظفر آبادی

دام (سعودی عرب)

ایسا
کلام کر
tant
دھارے
eable

وکھائی
خیال م

شیریت کا Climax

شاعری اور شاعر ہونا کوئی معمولی بات نہیں، قرآن میں شعرا کے نام سے پورا ایک "Chapter" موجود ہے، جس کے آخر میں Faithful شاعروں کو خدا نے بھی کیا ہے۔ دراصل یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا Substitute ہوتا ہے Commend نہیں۔ یہی جو سخنوری میں جھلکتا اور چھلتا ہے اور اس کے ساتھ وہ خدائی کے لیے Redemptions کی Commendations کیں جائیں۔ ان شاعروں کی غم ذات کو غم کائنات کے ساتھ ہم آہنگ کر لینا کسی بھی شاعر کی شیریت کا Climax ہوتا ہے۔

یاسر کی شاعری میں غم ذات اور غم کائنات کی ہم آہنگی سے ایسا Insight ہوتا ہے کہ جو یاسر اور Reader کے ذاتی Pains of love کو ایک نقطے پر ملا دیتا ہے۔ اسلام آباد میں پہلی ملاقات کے دوران یاسر ایک

ایسا Shy لڑکا لگا تھا جس کی آنکھوں میں اعتمادِ ذہانت اور حیا کا عکس تھا۔ یا سر خود سے کلام کرے یا اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو یا صفتِ عدو سے برس رپیکار ہو، وہ کہیں بھی نہیں ہوتا۔ اس کا عشق اس قدر Unrestrained Hesitant دھارے رو کے نہیں جا سکتے۔ بعد کی تمام ملاقاتوں میں اس کی Cheerful اور شخصیت نے بہت متاثر کیا۔ Knowledgeable یا سر اپنی شاعری میں کہیں تو ایک شریر لڑکا اور کہیں 110 برس کا زمانہ شناس بوجھا دکھائی دیتا ہے۔ مجھے یا سر سے ایک شکایت بھی ہے کہ وہ صحتِ خیال کا ایسا پابند ہو گیا ہے کہ خیالِ صحت بھی نہیں رکھتا۔

ساتھ خان

کیلیفورنیا

شام ہو گئی آخر — چند آراء

جدبات کی Understanding، گہرائی اور شدت کا اندازہ آپ کو یاسر کی شاعری سے بخوبی ہو جائے گا۔ کسی بھی شاعر کی پختگی اور کاملیت کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ وہ پڑھنے والے کو اپنی ہی سرگزشت محسوس ہو اور یہ بات یاسر کی نمایاں انفرادیت ہے کہ اُس کے جذبات پڑھنے والوں کو اپنے احساسات کی عکاسی لگنے لگتے ہیں۔ بطور مثال یاسر کی یہ غزل ذرا ملا حظہ کیجئے:

مجھ کو اُداس کر کے وہ خود بھی اُداس تھی
وہ آشناۓ درد، طبیعت شناس تھی
میں ہمیشہ یاسر کی کامیابیوں کے لیے دعا گور ہی ہوں اور اُس کے بلند مقام کے
لیے ہمیشہ دعا گور ہوں گی!

زہرہ جبیب
(میجر نیشنل بنک)

اردو ادب سے میری واپسی، مطالعہ اور تحقیق کا دائرہ 50 برسوں پر محیط ہے۔ یاسر ابھی فرست ایئر میں تھا کہ اک مرتبہ کانج کی لا بیری میں اُس سے کلام سننے کا اتفاق ہوا، مجھے ان 10 برسوں میں یاسر کے سوا کوئی دوسرا نوجوان شاعر متاثر نہیں کر سکا۔

پروفیسر راجہ مشتاق حسین
(واس پرنسپل، گورنمنٹ پوسٹ گرینجوائیٹ کانج، مظفر آباد)

کارِ دنیا کا موضوع ہو یا غم جاناں کا مضمون، حکایتِ وصل ہو یا فساد، بھروسہ فراق، یاسر عباس کے ہر مصروع کے پس منتظر میں محبوتوں اور عقیدتوں کی خوشبو، کبھی دھمی دھمی کبھی تیز موجود رہتی ہے، جو کبھی کبھی اُس کے Paint کے ہوئے منتظر کو اُس کے شعری Canvas سے باہر کبھی دور تک پھیلا دیتی ہے۔

جلے ہوئے خیموں کی راکھ اور کربلا کی مقدس ریت کے ذرے یاسر کی کتاب زیست میں کچھ ایسے بکھرے ہوئے ہیں کہ وہ سانس بھی لیتا ہے تو نوحوں کی باگشت سنائی دیتی ہے۔ اپنے شعری سفر کی ابتداء میں یاسر عباس نے جن وسائل سے استفادہ کیا ہے، آگے چل کر یہی اُس کا اختصاص بن جاتے ہیں تو کیا عجب ہے کہ وادیِ کشمیر سے اُبھرنے والی یہ آوازِ دور تک اور دریتک سنائی دیتی رہے!

احمد حسین جاہد

یاسر کی
ہے کہ وہ
کہ اُس
سر کی یہ

قام کے

انگریزی ادب کے طالب علم اور اردو ادب کے نوجوان شاعر یاسر کی غزل کی خوبصورت نویس سے کم بھی نہیں۔ کسی نوجوان شاعر کے پہلے ہی شعری مجموعے کا اس قدر کامل ہونا میری پوری زندگی کا پہلا تجربہ ہے۔ یاسر جذبہِ عشق سے سرشار وہ حسین

رہ حبیب
(سینک)

شاعر ہے جو اپنے جذبات کو بیان کی انتہائی بلندیاں عطا کرتا ہے۔ اُس کی شاعری میں رُوداِ حسن و عشق، غم آگھی اور غم جاناں کا اتنا دلکش اظہار ہے کہ پڑھنے والے کی زبان سے بے ساختہ واہ نکل جاتی ہے۔ یا سر آئندہ آنے والے شعرا کا نہ صرف نمائندہ ہو گا بلکہ فنِ تخلیق میں وہ ہزاروں شعرا کے لیے ایک رہبر بھی ثابت ہو گا جس کا ثبوت اُس کی یہ لازوال شاعری ہے۔

پروفیسر ندیم بخاری

یاسِ عباس — مری نظر میں

میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نوجوان
شاعر یاسِ عباس کا پہلا شعری مجموعہ "شام ہو گئی آخز" بہت
جلد اسے زمانے میں پہچان عطا کرے گا اور سب لوگوں
سے متعارف کروادے گا۔ یاسِ سرنے جن جذبوں کو محسوس کیا
آنہیں نہایت قربینے اور خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا
ہے۔ یاسِ سر کی شاعری کو پڑھنے کے بعد ایک بات یقین کے
ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اس نوجوان شاعر کی یہ پہلی کاوش
تنقیدی پیمانوں پر ہرزاویے سے پوری اترتی ہے۔

یاسِ سر کی سوچ اور اندازِ بیان سے یہ بھرپور اندازہ
ہوتا ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اپنے قارئین کو نئے کلام کی
آمد کے انتظار میں رکھے گا۔ یاسِ سرنے بہت کم عمر میں زندگی کی
کوسمجھ لیا ہے بلکہ یوں لگتا ہے جیسے اُس نے زندگی کی
معنویت کو پالیا ہے جو اُس کے کلام کے مطالعہ سے نہایت
 واضح ہے۔

یاسِ سر کے قلم میں نہایت روائی اور بے حد چاشنی
ہے۔ اُس کا اندازِ بیان واقعی قابل قدر ہے۔ میری دعا
ہے کہ اللہ یاسِ سر کو مزید ذر قلم عطا کرے۔

خواجہ محمد سعید

چیف جٹس سپریم کورٹ، آزاد کشمیر

کَلِمَوْاتُ تَعْرِفُوا

اس کائنات پر غور و فکر کریں (جس کی دعوت قرآن بھی دے رہا ہے) تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شے میں نہ ہے اُس میں نمائش کا عنصر پہاں ہے، جس میں ظہور کی قوت ہے اُس میں اظہار کا مادہ بھی موجود ہے، جیسے سبزہ لہک کر، گل مہک کر، بلبل چک کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ اسی طرح قدرت نے جو کچھ کائنات کو عطا کیا سب کا جوہرا کٹھا کر دیا جائے تو انسان بنتا ہے۔ انسان اپنی ان تمام خوبیوں کے باوصفت اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہتا ہے۔ اسی کو تعارف یعنی پہچان کہا گیا ہے۔ کسی بھی ظرف کی معرفت اُس کے مظروف سے ہوتی ہے۔ مظروف سے اُس ظرف کی غائب معلوم ہوتی ہے۔ انسان کے اندر چھپے ہوئے جواہر کا پتہ ملے تو انسان کی قدر کا پتہ چلتا ہے۔ اس جوہرا کا پتہ اُس کے بولنے سے چلتا ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین مولا علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ”کسی انسان کی قیمت وہ صلاحیت ہے جو اُس انسان میں ہے۔“ ایک اور مقام پر امام علی علیہ السلام نے فرمایا ”کلمو تعرفوا“، کلام کروتا کہ پہچانے جاؤ۔ گویا انسان کی پہچان اُس کا کلام ہے۔ کلام جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ انسان جو کچھ محسوس کرتا ہے

تو اس کو شعور کی دنیا سے گزار کر جب بیان کی منزل پر پہنچتا ہے تو جذبات کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ گویا محسوسات سے جذبات کے سفر کا نام ہی اظہار ہے۔ جذبات کو ظم و ضبط کے قابل سے گزار جائے تو اس کو شعر کہا جاتا ہے بلکہ اظہار کے لیے کم خرچ اور بالائشی کے انداز ہی کو شاعری کہا گیا ہے۔ شاعری شعور کی وادیوں میں سیاحی کا نتیجہ ہوتی ہے۔

کسی کتاب کے لیے پیش لفظ لکھنا تو ڈور کی بات ہے مجھے یعنی مدان کے لیے کتاب کے لیے لفظ لکھنا ہمالہ سر کرنے کے برابر ہے۔ کیونکہ کوئی بھی کتاب انسان کے احساسات و جذبات کا ایک ایسا گلشن ہوتی ہے، جس میں گلوں کی رنگینی، خاروں کی سنگینی اور کلیوں کی آفرینی کی صحیح منظر نگاری کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں کیونکہ ان احساسات و جذبات پر خود انسان کا اپنا اختیار نہیں ہوتا۔ انسانوں کے اس انبوہ میں محسوس تو سب کرتے ہیں مگر خالق کی خاص عطا کروہ صلاحیتوں کے باوصاف جو لوک محسوسات کو جذبات کے لب عطا کرتے ہیں، اس حالت میں کہ ان کے محسوسات خیال و تصور کی عمیق را ہوں سے گزر کر جذبوں کی زیب میں بولتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح میں شاعر یا ادیب کہا جاتا ہے۔ میرا شاعروں یا ادیبوں کی برادری سے ڈور تک کوئی رشتہ نہیں، رشتہ ہے تو عزیزی یا سر سے جو میرا برادرزادہ ہے۔

الحمد للہ سکول میں داخلے کے پہلے سال سے میٹرک کا امتحان دے کر فارغ ہو جانے تک صرف ایک ہی بار ایسا ہوا کہ کسی تقریری مقابلے میں اول انعام کے بجائے یا سر نے دوم پوزیشن حاصل کی۔ اس دوم پوزیشن کا سبب جیوری کے ایک مجرم کا غلط تجزیہ تھا جس کا بعد میں انہوں نے اعتراف بھی کیا۔ صدر پاکستان کے دست مبارک سے ایوانِ صدر اسلام آباد میں قومی شجر کاری مہم کے موقع پر علی اکبر اعوان ہائی سکول مظفر آباد کے نمائندہ مقرر طالب علم کی حیثیت سے یا سر نے خصوصی انعامات و اعزازات بھی حاصل کیے اور بقول یا سر "مجھے یاد ہے کہ پانچویں جماعت میں میرا شعرو وادب سے لگاؤ اپنی جزیں مضبوط کرنے لگ گیا تھا اور کالج پہنچنے تک لگن کے اس شجر نے کشیر لوگوں کی ساعتوں تک اپنی

شانخیں پھیلا کر گھنیرے سائے بڑھادیئے تھے۔

ڈگری کا ج مظفر آباد ان دنوں شدید بد نظری مذہبی اور سیاسی متحارب گروپوں کی مجاز آرائی کا مرکز تھا۔ F.Sc اور گریجویشن کر لینے تک کسی قابلی ذکر علمی و ادبی تقریب کا انعقاد کم از کم مجھے یاد نہیں۔ سکول کے زمانے میں تو میں ہا کی ٹیم کا فارورڈ کھلاڑی بھی رہا اور سکول کے لیے کئی نمایاں اعزاز بھی حاصل کیے لیکن کالج میں کھلیوں کی سرگرمیاں بالکل معدوم ہو کر رہ گئی تھیں۔ البتہ کالج کے صحن میں کلاشکوف کی گھن گرج اب بھی حافظے کا حصہ ہے۔

اب یہ تحقیق بہت پرانی ہو چکی ہے کہ عمل تو عمل، ہمارے خیالات اور سوچوں کا بھی دوسروں پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ تخلیق کی ایک غیادی شرط ماحول بھی ہے۔ بھیر کے ہلے میں موجود بھیریوں کی جس بھیر میں میں نے وقت گزارا ہے وہاں سے ایک تخلیق کا رکی بجائے ایک زبردست تخریب کا ربن کراؤ بھرنا چاہیے تھا لیکن اولیاء اللہ کی معنوی امداد اور والدین کی ربوبیت نے ہمیشہ ثابت اور تعیری طرزِ فکر پر قائم رکھا۔

میرے نزدیک محبت اس قدر اہم اور اتنی عظیم ہے کہ اک مقام پر تو میں محبت کو خدا کی طرح قدیم ماننے اور لکھنے کی جسارت بھی کر گزرا ہوں اور افسوس یہ ہے کہ اس جسارت پر مجھے کوئی افسوس بھی نہیں۔ شاعر زمانے کا نہایت حساس اور اتنا بے ضرر طبقہ ہوتا ہے کہ میرا دعویٰ ہے دنیا بھر کے مجرموں کی فہرست میں 2% لوگ بھی شاعر اور ادیب نہیں ملیں گے۔

شاعری میرے نزدیک فطری لگن اور شوق کے علاوہ ایک نعمت، وسیلہ ترسیل علم، ایک حیلہ صلح محبوب، اسرارِ الہی میں سے ایک سرِ الہی اور قرب رب کے حصول کا نہایت پاکیزہ راستہ بھی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شاعری، شعور کے سینے میں مدن وہ بھید ہے جسے شاعر اپنے اردو گردبکھری سماں توں کے پردازتا ہے جب کبھی پلٹ کے میں خود کو دیکھتا ہوں تو لگتا ہے کہ میں شعوری کوشش نہ بھی کرتا، تب بھی میرے اندر ایک شاعر کی روح نے بسیرا کر رکھا تھا۔

8 اکتوبر 2005ء کے زوالے کا پہلا جھٹکا جب تھوڑی دیر کوڑ کا، اطراف میں

پہلی ہوئی ذھول ذرا تھی کہ لوگ ایک دوسرے کے چہرے پہچان سکیں تو یا سر اپنے والدین کے مقدس چہروں کی زیارت سے محشر تک کے لیے محروم ہو چکا تھا۔ میں اپنے بھائی اور یا سر کے والد سید تنور حسین نقوی کو یا سر کی حسن تربیت کے حوالے سے خارج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے خود بھی بھر پور زندگی گزارتے ہوئے سب کو ”جو یہ اور جینے دو“ کا درس دیا۔ بلاشبہ تنور نقوی ایک درخشندہ ستارہ تھے، مجھے بے حد ذکر ہے کہ میرا بھائی تنور نقوی بھی ان ہزاروں بے بدل دوستوں میں شامل ہے جو اس سانحہ میں جدا ہوئے، مجھے یقین ہے کہ یا سر شعروادب کے علاوہ قانون کے شعبہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دے گا۔

یا سر نے اپنے نام کی مجذباتی کیفیت سے میرے لیے بھی راہ یسرا پیدا کر دی اور اس کے لیے مجھ سے کچھ لکھا گیا۔ انسان اپنی پہلی چیخ سے آخری ہچکی تک ان دو بریکٹوں میں اپنی نموکی تلاش میں رہتا ہے، جسے یہ منزل مل جائے وہی فاز اور فوز ہے۔ شاعر کہتے ہی اُسے ہیں جو اپنے احساسات و جذبات کو لباسِ حسن تنظیم عطا کرے اور میرے جیسا بکھرا ہوا انسان کسی ادب کے ناظم کے لیے کیا کہہ سکتا ہے۔ اپنے رشتتوں کے ویلے سے میں اور عزیزی یا سر جو کہ خوبصورت شاعر بھی ہے پر کشش مقرر بھی، ایک محقق نوجوان اور صاحب دیوان بھی ہے، آپ کو ”شام ہو گئی آخر“ کے دروازے تک لیا یہ ہیں۔ اب آپ جانیں اور باب مدنیۃ العلم جانیں۔ اتنی گزارش ضرور ہے کہ یا سر عباس کا پہلا شعری مجموعہ پڑھنے کے بعد مجھ جیسے ادب سے بے خبرے کو بھی باخبر فرمائیے۔ اس لیے کہ اللہ کی کتاب خبر ہے اللہ خبر پسند کرتا ہے اور اللہ خبردار کرنے والوں کو بھی اجر عظیم عطا کرتا ہے۔

مفہوم کفایت حسین نقوی

اللہ

الله حقیقت چہار جانب

ہر ایک جانب

ہزار جانب

نفس نفس

تری ہی وحدت

تمہارا ارشاد

نَحْنُ أَقْرَبُ

ازل ابد

تیری جنبشیں ہیں

ترے مقرب

دلوں کے محروم

دنوں کے راکب

الله حقیقت چہار جانب

نَحْنُ أَقْرَبُ

مانا کہ تو رہتا ہے نزدیک رگِ جاں سے
آنکھوں کی مگر پیاس بجھاؤں میں کھاں سے

لفظوں سے تری حمد و شنا ہونہیں سکتی
بہتر ہے کہ تعریف ہواںکوں کی زبان سے

سایہ دیوارِ مدینہ

کون سا اوجِ شرف ہے جہاں سر کار نہیں
زیر پا عرش نہیں، کونیں کے مختار نہیں؟

جو سنا دیں ہمیں پھر کی زبان سے تسبیح
تم سمجھتے ہو مرے دل کے خبردار نہیں

پھر وہیں سایہ دیوارِ مدینہ مہکا
جب بھی سوچا کہ کوئی سایہ دیوار نہیں

لہجہ ایسا کہ پھاڑوں کو بھی جو موم کرے
گفتگو ایسی کہ ڈشمن سے بھی تکرار نہیں

نعت کے شعر شفاعت کی سند ہیں یا سر~
یہ سند ہوتے ہوئے کچھ بھی تو درکار نہیں

اُن کی بات

جلوہ حُسن ذات کہہ نہ سکیں
خوش بیاں اُن کی بات کہہ نہ سکیں

اس قدر نور ہے مدینے میں
رات کو لوگ رات کہہ نہ سکیں

حوالہ وہ کہ دل مدینے میں
عجز ایسا کہ نعمت کہہ نہ سکیں

اٹک یا سر ضرور کہتے ہیں
ہم جو حالات کہہ نہ سکیں

یا علیٰ

معرفت کا ایک نیشنہ اور طے ہو جائے گا
یا علیٰ کہنا دوبارا یا علیٰ کہنے کے بعد

برف کی صورت پڑا تھا یا علیٰ کہنے سے پہلے
شعلکی کا ہوں میں دھارا یا علیٰ کہنے کے بعد

سخت گھائے میں ہے یا علیٰ جونہ کہہ
پر نہیں کوئی خسارا یا علیٰ کہنے کے بعد

قبر میں سونے لگوں تو یا علیٰ کہتے ہوئے
نیند سے اٹھوں دوبارا یا علیٰ کہنے کے بعد

یا علیٰ کہہ کر جو ٹو نے دل ہمارا خوش کیا
ہو بھلا یا سر تمہارا یا علیٰ کہنے کے بعد

پیاسوں کی صدا عباسؓ

دُنیا میں اگر رسم و فنا باقی رہے گی
عباسؓ کے ہاتھوں کی عطا باقی رہے گی

اے بائ پ حوانج ہمیں اشکوں کی قسم ہے
اشکوں سے دُعاؤں کی ادا باقی رہے گی

مؤمن کی علامت ہر ترے پر چم کو سلامی
تا حشر دلؤں میں یہ والا باقی رہے گی

مٹ جاؤ گے عباسؓ کی دبلیز سے اٹھ کر
محک جاؤ اسی در پہ اتنا باقی رہے گی

عباس کو خاموش جو دیکھا ہے فضانے
صدیوں یہ زمانے سے خفا باقی رہے گی

برچھی کی طرح سینہ دریا میں ہمیشہ^ہ
خیموں سے وہ پیاسوں کی صداباقی رہے گی

عباس کا نوکر ہوں، پس موج تبسم
دھڑکن میں مری آہ و بکا باقی رہے گی

لہرائے جہاں حضرت عباس کا پرچم
اُس گھر سے زمانے میں ضیاء باقی رہے گی

جس سینے میں پتھر ہو پکھل جائے گا یا سر
تاہیر غم رب وفا باقی رہے گی

پھرا

زین گھوڑوں پر تھی
نہ ہی طبل و علم
نہ کوئی شہسوار
نہ ہی ان کا حشم
ہر طرف آگ تھی
ہر طرف را کتھی!
(یاد آیا مجھے!)

ایک بیمار پر کر بلا کتنی حیران تھی
کر بلا کی زمیں پر تھے مہمان بھی
کر بلا میں نمازی بھی، غازی بھی تھے
سفر کر بلا میں وہ دو لہا بھی تھا
کر بلا کا مسافر تو جھو لا بھی تھا
کر بلا کا مقدور تو سہرا بھی تھا

جان زہر اکی قسمت میں ”پھرا“ بھی تھا
اُن کی نظروں میں تھے سب شہیدوں کے سر

(شام کا بھی سفر)

دستِ اقدس تلے
سب شہیدوں کے وارثِ قیمتوں کے سر !!
اور زنگا ہوں میں تھے
وہ مدینے کے گھر !!!!

غم حسین شکریہ

عطای کیا جو درد و غم میں اتنا چین شکریہ غم حسین شکریہ
بنا دیا ہے آنسوؤں کو ایک دین شکریہ غم حسین شکریہ

دولوں کی سلطنت پر راج کرنے والے بادشاہ اے ذبح کر بلا
یہ کہہ رہے ہیں جان و دل برستے نین شکریہ غم حسین شکریہ

بتا چکے ہیں انبیاء سنارہے ہیں اولیاء یہ قول رب سو ذرا
ہوں انبیاء کہ اولیاء ہے فرض عین شکریہ غم حسین شکریہ

جہاں میں جس جگہ بھی جان فاطمہ کا ذکر ہے یہ صبر ہے یہ شکر ہے
 یہ مجلسیں، جلوں غم یہ نوٹے، بنن شکریہ غم حسین شکریہ

غمِ حسین پر فدا کریں نہ کس طرح سے جاں پر فروش نوجواں
سکھا گئے ہیں بچپنے میں والدین شکریہ غمِ حسین شکریہ

علیٰ نبیؐ کے غم میں گم رکھا ہے یا سرِ حزین، جو اک غلامِ کمتریں
بتول پاک شکریہ حسن حسین شکریہ غمِ حسین شکریہ

واہ حسینؑ

حسینؑ نام نہیں روشنی کا چہرہ ہے
بزیدہ ظلم و تشدد، ہوس، اندھیرا ہے

ہمارا دل ہے عزا خاتمہ امام حسینؑ
ہمارے دل میں اسی واسطے سوریا ہے

سہیلی سرکار

قاصر ہے تری مدح سے تحریر ہماری اے نج پال بخاری
ہر سورتِ قرآن ہے تصویر تمہاری اے نج پال بخاری

پنجتن کا کرم بارہ اماموں کی نگاہ ہے تیرا روضہ گواہ ہے
ہم کیوں نہ کہیں تیرا کرم رحمت باری اے نج پال بخاری

پھیلائے گی جھولی یہاں ساری خلائق کب صرف ملائک
تا حشر ترا فیض رہے گا یونہی جاری اے نج پال بخاری

تو نے اُسی لمحے مجھے تھام لیا ہے جب نام لیا ہے
یاسرنے تری آس پہے عمر گزاری اے نج پال بخاری

سیدنا چن پیر بلوٹی

مرشد چن لج پال سخنی
دیکھو مورا حال سخنی

تم بن ناہیں چین جگت میں
تم سے جگت ہے نہال سخنی

سائیں تورے پر کھ بھی سُندر
سُندر توری آل سخنی

تم را ہر دم دھیان رہے
تم را ہر دم خیال سخنی

پا سر پر یم اک شبد امر ہے
تحو لے تحو لے لعل سخنی

ایک شعر

دل کی بستی ہے کربلا کی طرح
آزماتے ہو تم خدا کی طرح

مجھ کو اُداس کر کے وہ خود بھی اُداس تھی
وہ آشنائے درد ، طبیعت شناس تھی

دیکھا تو چار سو کہیں اُس کا پتہ نہ تھا
سوچا اُسے تو وہ مرے ہونٹوں کے پاس تھی

ساحل بدن تھا اُس کی ہر اک بات موج تھی
دریا تھی آنکھ، آنکھ میں صدیوں کی پیاس تھی

خود کو میں اُس کے سامنے اک اجنبی لگا
حالانکہ اُس نظر میں تو چاہت کی آس تھی

لقطوں کا ٹور تھا کہ بدن چاندنی کا تھا
بجے کی چاشنی سے فضا میں منہاس تھی

ہر عکس میرے پاس برہنہ ہی سو گیا
کل رات یادِ ماضی بہت بے لباس تھی

چھڑا ہوں قافلے سے میں تسلی کی کھونج میں
یاسر مجھے سفر میں جدائی ہی راس تھی

اُس سے میرا کیا رشتہ تھا؟

دروازوں پر
 جیسے ڈھلتی دھوپ کے سائے
 جیسے برسوں اڑتے اڑتے
 ڈار سے کونج مسافر کوئی
 چھڑے اور تنہارہ جائے
 منزل ڈھونڈنے والی
 کونج مسافر
 رستہ ڈھونڈنے پائے
 جیسے ڈھلتی دھوپ کے سائے
 ایسے وہ کترائے

کترے کے جانے والے کا

اک مدت تک

رستہ کیوں میں تکتا تھا؟

اس سے میری کیا نسبت تھی؟

اس سے میرا کیا رشتہ تھا؟

اک ترے لمسِ رائیگاں کے لیے
دل نے بوے غمِ جہاں کے لیے

تیری یادیں سنوارنے کے لیے
ہم نے طعنے کہاں کہاں کے لیے

کتنی خوش فہیسوں میں رہتا ہوں
ایک مغرور بدگماں کے لیے

لامکاں سے بھی آگ اُتری ہے
میرے چھوٹے سے آشیاں کے لیے

یوں مجھے چھوڑ کر چلے جانا
کیا ضروری تھا رازداں کے لیے؟

ہے جبین قلم بھی سجدے میں
کیا فضائلِ لکھوں گا ماں کے لیے

جسمِ منی کی قید میں رکھ کر
دے دیا ذوق آسمان کے لیے

جنسِ بازار غم نہیں یاسر
درد ہوتا نہیں ذکاں کے لیے

Out Cast....

خوشی بھی ہے
 ترے دل میں گھر بسانے کی
 پھر کے تجھ سے
 (نظر سے گر کے)

خانہ بد و شی کاغم بھی گھرا ہے !!

اپنی محبتوں کا مئیں انجام سوچ کر
جیراں کھڑا ہوں آج ترا نام سوچ کر

گھلنے لگی ہیں شہر پہ محرومیاں مری
خود سے کلام کر کے سرِ عام سوچ کر

آنکھیں ترس گئی ہیں کسی کی نگاہ کو
آنکھوں سے جو ملے تھے وہ پیغام سوچ کر

خاموش ہو وہ آنکھ تو جیسے ہو وہ میری
 لیکن خطاب مجھ سے ہے الزام سوچ کر

یا سر میں سوچتا ہوں محبت تو ہو گئی
 جا کے کروں تلاش کوئی کام سوچ کر

ہم سادہ لوگ دل میں محبت کو پال کے
انجھے رہے فریب میں ہجر و وصال کے

میرا خیال اُس کے جو پہلو پہ رک گیا
پہلو بدل کے رکھ دیئے اُس نے خیال کے

گھر پر برس رہی تھی اُداسی ہی مستقل
کرتا بھی کیا میں خود کو مراسم میں ڈھال کے

آئے تو آپ بھی ہیں محبت سے اس طرف
چلتے بنیں گے آپ بھی مطلب نکال کے

یا سر بھی ان فقیروں کے قدموں کی دھول ہے
وہ جو چلے گئے، کئی سورج اچھال کے

براء راست ہرے دل کے آس پاس آئے
کہ حادثوں کو ہرے بام و ذرہی راس آئے

جن ہزار تری دید کی لگن میں کیے
یہ اور بات کہ گھر لوٹ کر اُداس آئے

کبھی تو پاس سے گزرے اک اجنبی کی طرح
کبھی یہ دوست ہرے بن کے غم شناس آئے

وہ اپنے حُسن پہ مغروف ہیں اگر، تو رہیں
ہمارے عشق کو کب حرفِ التماس آئے

بدل گئے ہیں زمانے میں میکدے کے اصول
بجائے ساغر و مینا نئے گلاس آئے

تو یاد آئیں گریبان کی دھجیاں یا سر
کہیں نظر جو ہمیں یا رِ خوش لباس آئے

وہ کیا ہوئیں نظر سے سوالوں کی بارشیں
دل پر برس رہی ہیں خیالوں کی بارشیں

صحرا مثال جسم پہ بوئے کی نوند سے
جیسے اُمّہ پڑیں کئی سالوں کی بارشیں

محفل ہے دل میں ماہِ تغافل کے ذکر کی
اشکوں کو چوتھی ہیں آجالوں کی بارشیں

اک سمت دو جہاں کے لیے ابہ مہرباں
اک سمت برچھیوں کی وہ بھالوں کی بارشیں

یا یسر سے اپنے پیار کی مت پوچھتے دلیل
کیا آپ سہ سکین گی حوالوں کی بارشیں؟

کاش!

میں اتنا بُز دل تو نہیں تھا

اے گنو کے خواب نہ بُختا

قسمت جب کہ راس آئی تھی

جب وہ میرے پاس آئی تھی

ہجر کے سارے زخم دکھاتا

یوں بے موقع کیوں شرماتا

اپنی وفا کا یقین دلاتا

چار طرف حیرانی ہے

کاش---!

کاش مگر بے معنی ہے

پیار کا مجزہ ہے ہو جانا
یار پاتا اور آپ کھو جانا

بعد میں ان کے رُوبرو ہوتا
پہلے اشکوں سے زخم دھو جانا

یار کا غم ہماری جنت ہے
کب ہمیں ہے بہشت کو جانا

زندگی کی اُداس زلفوں میں
مسکراہٹ کے گل پرو جانا

کوئی پرده نہیں تھا اپنے سوا
در نگاہ کو ہم نے جو چانا

شب گزاروں کی موت کا مطلب
اذن ملتے ہی تھوڑا سو چانا

تاکہ یاسرِ محبیقیں ہی پھلیں
تم محبت کی فصل بو چانا

جو اکثر بحر سے گبرا گئے ہیں
مجھے وہ چھوڑ کر تنہا گئے ہیں

کسی نے عید کی جب دی مبارک
مری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں

کہاں یہ گھر کہاں نعلین ان کے
تصور سے بھی ہم شرما گئے ہیں

وہ اپنی دل نشیں یادوں کے ہمراہ
مرے شعروں میں سج کر آ گئے ہیں

فقط آرائشِ مقتل کی خاطر
دیر جاناں پہ یاسر آ گئے ہیں

جب بھی آئے وہ مرے پاس ستانے آئے
ورنہ کہنے کو تو ملنے کے بہانے آئے

سنس لینے کے لیے گھر کے دریچے کھولے
تم سے دُوری میں ہواں کے بھی طعنے آئے

ہم وہیں وصل کی امید میں بیٹھے ہی رہے
کتنے ہی دور گئے کتنے زمانے آئے

غم بھر وقف رہے مجھ کو گرانے کے لیے
گر پڑا میں تو وہی لوگ اٹھانے آئے

کوئی بھی درد کا درمان نہیں ہے یا۔۔۔
آپ یہ شعر و غزل کس کو سنانے آئے

چاندنی اوڑھ کر

چاند کے سائے میں

دل کے آنکن میں پچپ

ایک میں بے خبر

سوچ میں غرق ہوں

پچھیوں کی چہک اب کہاں رہ گئی؟

دن کے سب ولے ڈھل گئے کس نگر

بجھ گئی روشنی، سو گئے لوگ سب

چاند کے سائے میں

دل کے آنکن میں ہی

میرے احساس کا اک پُرانا شجر

شاخیں بے برگ ہیں اور شجر بے شہر

بے شر اس شجر کی ہر اک شاخ پر
 اک یہی ہے سوال
 جنہی کون تھا۔۔۔ کون تھا جنہی
 مستیاں آنکھ کی سونپ کر شو خیاں
 قربتوں کی مہک، چاہتوں کا اثر
 دو گھری۔۔۔ عمر بھر
 ہے کہاں اب مگر؟
 جس کی ہر یاد بھی چاندنی کا بدن
 چاندنی کا بدن اُس کے بھراں میں ہے
 اُس کو معلوم کیا
 اُس کا یہاں جنہی
 اُس کا یہ بے ہنر
 اُس کا یہ بے خبر
 جل رہا ہے کہاں
 چاند کے سائے میں
 چاندنی اوڑھ کر۔۔۔!

چلو چلیں میکدے کی جانب قدم قدم پر ثواب ہو گا
پتھ ہے کفران نعمتوں پر شدید درجہ عذاب ہو گا

کمال حسن و شباب ہو گا اور اُس پر تو ہم رکاب ہو گا
گلے لگاؤں گا جب میں تجھ کو عدو کا سینہ کباب ہو گا

ہزاروں گھائل تڑپ رہے ہیں کلی کے جوبن کا حال توبہ
میں سوچتا ہوں کہ کیا بنے گا یہ جب مکمل گلاب ہو گا

کے خبر تھی کہ اُس کی آنکھیں حرام کر دیں گی سب کی نیندیں
وہ سو کے اٹھے گا جب کبھی بھی تو اُس کا لہجہ شراب ہو گا

عجیب فتنے اٹھیں گے ہر سو عجیب سا اضطراب ہو گا
میں حالِ دل گر کہوں تو یا سر وہ اور بھی کچھ خراب ہو گا

ایک شعر

پھر وہ اپنی کار میں گزری ہے میرے سامنے
 پھر یہ میرے ہاتھ اٹھے ہیں کلیجہ تھامنے

دو گھری محو گفتگو ہو کر
رہ گیا ہوں میں ججتو ہو کر

میری آنکھوں میں نقش ہے وہ آنکھ
کیا کروں گا میں زوبرو ہو کر؟

میں نے آنسو بنا دیا اس کو
ایک تھہت تھا دل لہو ہو کر

آخری بار وہ ملا ایسے
دوسٹ بن کر نہ ہی عدو ہو کر

اہل منبر میں خوش بیان یا سرا
کیا ہوا ان کے زوبرو ہو کر؟

بھر آنسو وصال ہے آنسو
 یار کا ہر خیال ہے آنسو

نیند میں پھر تمہی سے باتیں کروں
 نیند میں پھر بحال ہے آنسو

زندگی کی دلیل ہی غم ہے
 اور غم کی مثال ہے آنسو

روشنی، وقت، آسمان، جنگل
 رات، سرگم، دھماں ہے آنسو

سامنے دو جہاں کے اندیشے
تھا محو قال ہے آنسو

پہلوئے یار میں بٹھایا مجھے
یہ بھی تیرا کمال ہے آنسو

آپ اپنا جواب آنسو ہے
آپ اپنا سوال ہے آنسو

ہم تو نگر کسی کی چاہت میں
اپنی آنکھوں میں مال ہے آنسو

سکیاں بے نیاز کا تحفہ
رحمت ڈوالجلال ہے آنسو

آنکھ یاسر کی نم ہوئی شاید
میری تربت پہ شال ہے آنسو

ہر زمانے میں رونق مقتل
چند مخصوص لوگ ہوتے ہیں

اب بہت احتیاط سے رونا
کئی جاسوس لوگ ہوتے ہیں

پس پرده حقیقتیں مت پوچھ
گو کہ محسوس لوگ ہوتے ہیں

غم زدہ بھی ہوں مسکراتیں بھی
وہی فانوس لوگ ہوتے ہیں

Endless....

نہ کوئی ہستی کا بھید پایا
 نہ آج تک یہ جمود نہ تھا
 نہ گھل کے وہ مسکرا سکی ہے
 نہ گھل کے اب تک میں رو سکا ہوں
 نہ گھل کے میرا وجود نہ تھا

ایک شعر

دوست مسکراتے ہیں
آپ یاد آتے ہیں!

ہمسفر پھر نئی سحر تک اُداسیوں کے گھنیرے سائے
یہ شام بھی کٹ گئی اکیلے مجھے بلایا نہ آپ آئے

اب اپنی آنکھیں جلوسِ اشکِ وفا کا مرکز بنی ہوتی ہیں
کہ چند لمحوں کو ان سے مل کر کبھی ذرا سا جو مسکراتے

نہیں ملے وہ مگر ملا غم تو اپنی ہستی ہوتی ستارا
یہ غم نہ ہوتا تو اپنی ہستی بھی جیسے ویران کوئی سرانے

ترے تغافل سے بڑھ کے آخر ہری وفا کا گواہ کیا ہو
میں ٹھکر پرور دگار کرنے چلا ہوں سجدے میں سرخ ٹھکانے

وہ ایک لڑکی جو توئے دل کو محبتوں کا محل بنادے
آئے یہ کہنا غریبِ بھراں پے ایک نھولی نظر آئھائے

آئے یہ کہنا تمہارا یاسر اب ایک بُجھتا ہوا دیا ہے
وہ اپنی بیگانگی سے پوچھئے اگر وفا پے یقین نہ آئے

وصل میں موت، حیات ہو جیسے
بھر اندری رات ہو جیسے

صدیوں پہلے تم پھرے تھے
گزرے کل کی بات ہو جیسے

تھا عمر گواری ایسے
کوئی میرے ساتھ ہو جیسے

اپنے ہاتھ میں ہاتھ ہے لیکن
ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو جیسے

یاسر مجھ کو یوں لگتا ہے
دروہی میری ذات ہو جیسے

محبت کر بلا ہے

سمدر پی کے بھی یہ تلگی کی انتہا ہے

سمٹ جائے!

تو بس آنسو،

اگر پھیلے تو اک جادو،

کہ اس پر کار کا مرکز حقیقت میں خدا ہے

نظر یادوں کی دستک پر

لہوا آنکھوں کے رستے سے

(سداموئی برستے سے)

کریم اتنی ---،

لٹائے اجنبی پر بھی

بقا سے پیار کی بخشش

(فرازِ دار کی بخشش)

قدیم اتنی ---

اسے حادث سمجھنا بھی گئے ہے
 حدود وقت سے یہ مادر ہے
 سرِ مقتل کبھی نوہ
 کبھی پیاسی لب دریا
 کہیں برچھی ہے سینے میں
 کہیں ہے سانس نیزے پر
 جلے خیموں کی خاکستر
 کسی بیمار کا بستر
 کہیں سجدہ !!
 کہیں یہ روشنی کے سر سے چھپنی اک ردا ہے
 محبت کر بلایا ہے !!!!

حسن کی تفسیر ہیں یہ خوبصورت لڑکیاں
جن کی آنکھوں میں اداسی اور لب پر شوخیاں

میرا گھر پہچانا بھی کس قدر آسان ہے
کچھ شکستہ بام و در ہیں کچھ پُرانی کھڑکیاں

اس قدر بے انت ہوں گے چاہتوں کے سلسلے
موت بھی حائل نہ ہوگی تیرے میرے درمیاں

کیوں مسلتے ہیں ہمیں رنگوں کی لذت کے لیے
سوچتی تو ہوں گی نا آخر یہ پیاری تتلیاں

جس جگہ یا سر کسی نے پیار سے دیکھا مجھے
روح میری کر رہی ہے ٹھکر کے سجدے وہاں

کچھ غلط فیصلے

زندگی کا سفر
 اور سفر کی تھکن
 اس تھکن کا سبب
 ایک لمبا سفر
 کچھ غلط راستے
 آگئی سفر
 آگئی کی گھشن
 اس گھشن کا سبب
 عشق سے ڈوریاں
 کچھ غلط حوصلے
 دوستی کا سفر

اپنی سادہ دلی
 دوستی کی طلب
 اور طلب کا صدہ
 سرد مہری، غصب
 دشمنی کا چلن
 اس چلن کا سبب
 کچھ غلط فیصلے
 واپسی کا سفر
 واپسی کا وہ ڈر
 واپسی کا سبب
 کچھ غلط رابطے
 کچھ غلط سلسلے
 کچھ غلط فیصلے

کسی کے اشک ہرے واسطے گنگینہ تھے
خود اپنے اشک مجھے سانس سانس پینا تھے

برستا ہجر مری زندگی کو چاٹ گیا
نہ جانے کتنے برس اور مجھ کو جینا تھے

ہزار حلقة زنجیر ہے شرافت بھی
ورنہ دشمن تو کوئی مسئلہ ہی نہ تھے

تصور جس کا بھی تھا، اب وہ اعتبار کہاں
کہ اعتبار کے لمحے تو آئینہ تھے

تمہارے قرب سے پہلے تمہارے قرب کے بعد
تمام زاویے ہستی کے بے قرینہ تھے

خیال و خواب کے مانند ہوئے جدا مجھ سے
وہ میرے لوگ تھے یا سر کہ آگبینہ تھے

کہاں گئے وہ مرے باوفا خاموش
ناخدا چپ ہے اور خدا خاموش

جنما پیارا ہے اُتنا پیاسا ہے
ہے یہی رازِ کربلا خاموش

پریشِ غم صدائے تشنہ لبی
چشم ساقی کا حکم تھا خاموش

دل خوشی سے اُداس رہتا ہے
اپنا ہر غم ہے سلسلہ - خاموش

رات بھی آنسوؤں نے باتیں کیں
یوں ہرا دن بھی کٹ گیا خاموش

اُن کی بدنامیوں کا ڈر تھا مجھے
ورنہ میں اور اس طرح خاموش

اُن سے باتوں کا شوق تھا یاسر
میں اسی شوق میں ہوا خاموش

یہی بہت ہے کرم اپنی سادگی کے لیے
کہ آپ دوست سمجھتے ہیں دل لگی کے لیے

" میرے گھر میں مرا انتظار کرتی رہی
میں گھر سے ڈور رہا، ہائے جس خوشی کے لیے

گلاب چہروں کی رعنائیوں پہ غور کرو
دیا ہے خون جگر کس نے پچھڑی کے لیے

مجھے تو لگتا ہے تم کو گلے لگانے تک
ہزار سال گزارے ہیں اک گھڑی کے لیے

دلوں میں پیار کا رشتہ ہی کیا کوئی کم ہے
تمہارا نام ہی کافی ہے دوستی کے لیے

کسی سے مل کے مجھے اس طرح لگا یا سر
ز میں پہ صرف آتارا گیا اسی کے لیے

بے نہایت محبت، وفا آپ سے
میں نے جانا خدا ناخدا آپ سے

دل تھا ٹوٹا ہوا آئینہ خواب میں
خواب ٹوٹا تو دل جو گیا آپ سے

وقت فانی ہے اور عشق باقی سدا
وقت کیسے کرے گا جدا آپ سے

آپ مجھ سے بھی کچھ بدگماں ہو گئے
ایسا لوگوں نے کیا کہہ دیا آپ سے

بے سب روٹھنے کا سب ، ایک میں
ہر کہیں خوشبوؤں سی ادا آپ سے

میں نے یا سر محبت کو مایا نہیں
انتہا آپ تک ، ابتدا آپ سے

نیجھ نہ جائے اے خدا خالی گھروں کی روشنی
خواہشوں کے سائے میں نوٹے دلوں کی روشنی

یاد سے دل ہے ہمارا رنجکوں کی بارگاہ
یاد سے گھر میں ہمارے آنسوؤں کی روشنی

یوں ہی میں سجدہ کروں گا قربتوں کی ذھول کو
جب تک باقی رہے گی فاصلوں کی روشنی

تم چلی جاؤ گی اپنے نقش پا کو چھوڑ کر
میں انہیں سمجھوں گا اپنی منزلوں کی روشنی

دوستوں کی دوستی کا حال مجھ پر یوں گھرا
میری آنکھوں پر جو چمکی نجخروں کی روشنی

ایک ظلماتِ گماں ہے اپنے ہونے کا یقین
ایک احساسِ یقین ہے مقبروں کی روشنی

اُس کی آنکھوں میں بگلہ ہے ہاتھ میں لیکن دیا
اشک بر سائے گی یا سر مندروں کی روشنی



لوگوں سے میں کیسے ملنا سیم زدہ جذبات کے ساتھ
میرے باطن کے سورج کو کیا نسبت ہے رات کے ساتھ

وہ شہزادہ ان دونوں میں کس کا تھا مہمان بتا؟
میری آنکھوں میں مٹھرا تھا یا پھر نہر فرات کے ساتھ

جانے والے ہر چہرے کی مجھ پر ٹوٹ کے یادیں برسمیں
چار قدم میں ڈور گیا تھا کل جب اک بارات کے ساتھ

میں نے جس کے نقش قدم پر اپنا دل بھی وار دیا
اُس نے میرے دل کو تو لا اک پیلی سی دھات کے ساتھ

اُن کے لمس سے میں مٹی بھی شاید سوتا ہو جاؤں
کنکر ہیرے بن جاتے ہیں ملکر جن کے ہات کے ساتھ

سوچ رہا ہوں وہ لڑکی کیا میرے گھر بھی آئے گی
خالی گھر کو دیکھ رہا ہوں میں اپنی اوقات کے ساتھ

یا سر جب سے یہ جانا کہ ہے نہیاں گاؤں یہ اُس کا
ایک عقیدت کا رشتہ ہے تب سے مرا سوات کے ساتھ

کوئی رشتہ اگرچہ نہ تھا آپ سے
ہاں مگر دل کا تھا رابطہ آپ سے

اور تو شہر میں میرا کوئی نہ تھا
ایک تھوٹی انا اک وفا آپ سے

درمیاں فاصلوں کو رکھا آپ نے
ڈوریوں کا بگھے رہ گیا آپ سے

اپنے گھر کی خبر عمر بھر نہ رہی
آپ کے گھر میں جب میں ملا آپ سے

کب یہ پڑھنے کی چیز ہوتی ہے
عشق کرنے کی چیز ہوتی ہے

سرخ چھتا ہے رنگ مقتل میں
رنگ بھرنے کی چیز ہوتی ہے

زلف ہوتی ہے جو سنور جائے
دل بکھرنے کی چیز ہوتی ہے

اُن کے قدموں کی ڈھول خاکِ شفا
سبدہ کرنے کی چیز ہوتی ہے

عشق یاسر اگر نہیں تو وجود
ڈوب مرنے کی چیز ہوتی ہے

ایک وہ وقت تھا

اجنبی تھامیں تیرے دروبام سے

روز مصروف اپنے کسی کام سے

تیری گلیوں کی ٹھنڈی ہوا میں کبھی

شام ہوتی رہی۔۔۔!

دن گزارے تھے تنہ افلا میں کبھی

ایک وہ وقت تھا

تیری نظریں جودل میں ترازو ہوئیں

قربتیں مل گئیں

جب بلا یا گیا اپنے گھر پہ مجھے

وقتِ رخصت کا وہ پل مجھے یاد ہے

تو نے روکا تھا اپنے ہی در پہ مجھے

بُ اُنہیں تجھے گلیوں کی شہندھی ہوا

تیری سانسوں کی گرمی سے اک آگ تھی

اچھی تب نہ تھے بام و در — تیرا گھر

قریبوں کو ہماری نظر لگ گئی

ہم نے سوچا نہ تھا

یہ محبت اذیت میں دھل جائے گی

دوستی دُوریوں میں بدل جائے گی

ایک یہ وقت ہے ---!

تیرے مرقد کے پہلو میں بیٹھا ہوا

سوچتا ہوں سدا ---!

زلزلے نے ہمیں کیا سے کیا کر دیا

ایک یہ وقت ہے

ایک وہ وقت تھا !!!!!

ہل کے بھی انتظار باقی ہے
دل یونہی بے قرار باقی ہے

نہ کوئی جبر ہے محبت میں
نہ کوئی اختیار باقی ہے

جس جگہ میرا آشیاں تھا وہاں
اب دھوئیں کا غبار باقی ہے

ٹو سلامت رہے اے شام غم
کوئی تو غم گسار باقی ہے

آن کی گلیوں میں اب کہاں یا سر
ایک مشت غبار باقی ہے

مجھے نوٹے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے
اُسے نھولے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے

وہی اک قافلہ اب بھی نگاہوں سے گزرتا ہے
جسے گزرے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے

نہ جانے کس لیے اس آسمان کو شام ہوتے ہی
لہو روتے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے

زمانے کی امیدیں آج بھی تازہ ہیں گرچہ
مجھے بکھرے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے

درِ دل کو کسی کی آس میں یا سر ابھی تک
گھلا چھوڑے ہوئے بھی اک زمانہ ہو گیا ہے

مرے ساتھ جتنے غزال تھے مری سب سے ہمسفری رہی
مرے یار دشت حیات میں مجھے ایک تیری کی رہی

میں نے قہقہوں میں چھپائے تھے کبھی اپنے غم سو اسی لیے
مرے غم خوشی میں ڈھلنے رہے، مری ہر خوشی میں غمی رہی

نئے موسموں کا سراغ جب مرے بام و در کونہ مل سکا
گئے موسموں کی ہر اک خلش مرے بام و در پہ جھی رہی

کوئی میرے دل سے ہی پوچھتا جو وصالی یار کی شرط تھی
اُسے مل کے لب بھی سلے رہے مری آنکھ میں بھی نبھی رہی

مجھے چھوڑ کر کسی موز پر مرا دوست جب تھا چلا گیا
وہیں جیسے وقت نہہر گیا کہاں اب وہ ہم قدی رہی

Commitment

گوری!

تے مھول سے زخاروں کی قسم
مجھ کو خلوت میں جتنی بھی کلیاں ملیں
میں نے کسی کو مُھوا تک نہیں

مُسکراتے رہو

مُسکراتے رہو
 جانتا ہوں کہ تم بے سبب مسکرانے کے عادی نہیں
 تم کو معلوم ہے؟
 جس گھری بھی تھیں مسکراتا ہوا دیکھ لیتا ہوں میں
 ایسا لگتا ہے جیسے کہ اب ہر کہیں
 وقت کی لوح سے تخيالِ مٹ گئیں
 مسکراتے رہو
 مانتا ہوں کہ تم
 میرے کہہ دینے سے مسکراوے گے کیوں
 مجھ کو معلوم ہے
 میرے دل کی ضدوں کی حقیقت ہی کیا
 مصلحت کی گھنی چھاؤں کو چھوڑ کر

سایہ دھوپ میں آؤ گے کس لیے!
 سایہ دھوپ میں کتنی آہیں یہاں بے اثر رہ گئیں
 کتنے دل بجھے گئے
 جل بجھے کتنے گھر
 کچھ ضروری نہیں ان کی رکھو خبر
 نہ ضروری سہی پھر بھی اے ہم سفر
 تلخیوں سے سکون کا سفر جان لو
 دوستی سے جنوں کا سفر جان لو
 جان لو میری جان
 مسکراتے ہو تم اور سمجھتا ہوں میں!
 وقت کی لوح سے تلخیاں مت گئیں
 ایسا لگتا ہے جیسے کہ اب ہر کہیں
 تمہرے ساتھ ہو
 میں اکیلانہیں !!!

آؤ دونوں قریب ہو جائیں
ورن شاید غریب ہو جائیں

خیر ہی خیر ہے محبت میں
بے سبب کیوں قیب ہو جائیں

زہر ہوتا ہے اُن کی سوچوں میں
جن کے چہرے نمہیب ہو جائیں

جگ ہنسائی سے نج کے زخموں کے
آپ اپنے طبیب ہو جائیں

سماںِ قرب میں رہو یا سر
راضی رب کے عبیب ہو جائیں

نہ کسی درق پر رقم ہوا ہمرا واقعہ ہری زندگی
نہ کسی سے عقدہ یہ گھل سکا کہ تھا حادثہ ہری زندگی

تجھے یاد ہو تو بتا مجھے وہ کہاں گئے ہرے روز و شب
ہری منزلیں، ہرے ہمسفر، ہر ا رہنماء، ہری زندگی

لہو سے اپنے چڑاغاں کر کے میں کس کی راہیں سجا رہا تھا؟
مجھے اپنی جاں سے عزیز تر بھلا کون تھا ہری زندگی

نہ اُداس ہو ہرے گھر پر ہنستی اُداسیوں کے مذاق سے
ذرا دیکھ میرا بھی حوصلہ ہری دل ربا ہری زندگی

وفا کے شفاف آئینے میں جو میں نے دیکھا وہ باب لکھا
کسی کے مکھڑے کے محض تل کو عقیدتوں نے گلاب لکھا

مرے جنوں میں مرے گنہ کو اگر خدا نے ثواب لکھا
لکھا ہی رہ جائے گا فرشتو تھارا سارا حساب لکھا

سوال یہ تھا جدائی کی شب ازل سے آخر عذاب کیوں ہے؟
تو میرے اشکوں نے اُس کے دل پر بڑے ادب سے جواب لکھا

یہ ہم سمجھتے تھے زندگی کا تو جزو لازم ہی دوستی ہے
جو دوستی کو فریب پایا تو زندگی کو سراب لکھا

ازل سے مرقوم لوحِ دل پر یہی وسیلہ رزقِ جاں ہے
اسی لیے تو کفن پہ یاتر سگو در نورتائب لکھا

ضرورت کی خاطر محبت نہ کرنا
عبادت برائے ضرورت نہ کرنا

کہ اپنے صنم کی پرستش کو بھولو
کبھی بھول کر یہ حماقت نہ کرنا

یہ کیا کہ محلے میں رہتے ہوئے بھی
کبھی چار قدموں کی زحمت نہ کرنا

سنبھلتا کہاں ہے یہ دل ضدی بچے
بھلے تم کہو کہ شرارت نہ کرنا

محبت کرو یا کرو نہ محبت
مگر تم کسی سے بھی نفرت نہ کرنا

سمجھتے ہیں ہم تیرے اشعار یا سر
خدا کے لیے اب وضاحت نہ کرنا

نہ ملنا ناگہانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں
یہ ملنا بس کیہانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

حسین صورت بہت ہی عارضی سی اُک سعادت ہے
یہ وقت حکمرانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

ہماری عمر کیا شے ہے فقط محدود سی سانسیں
محبت جاؤ دانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

اُسے کہنا مرے، اشکوں میں شامل خون کو سمجھے
کہ حائل بے زبانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

محبت بے رحم رسوائیوں کا دشت ہے یا سر
دریدہ تن نشانی ہے اُسے یہ کیسے سمجھائیں

سہارا غم ہے

تمہارا غم ہے

بھنور خوش ہے

کنارا غم ہے

تری نظر نے

سنوارا غم ہے

تمہارے جیسا

یہ پیارا غم ہے

ہم اُس کے یا سر

ہمارا ذم ہے

سو نکڑے کلیج کے یا سر کیوں منہ کو نہ آئیں گے آخر
جیتی ہوئی بازی وصل کی شب دانستہ جو میں نے ہاری ہے

سنسوں کی طرح ہلکے پھلکے کونین کے غم لگتے تھے مجھے
اب تم جو نہیں ہو پاس ہرے اک سانس بھی لینا بھاری ہے

وہ پاس ہرے جو رہتا تھا اشکوں کا سمندر بہتا تھا
اب ذور کہیں وہ جا بھی پکا، پر وصل کی لذت طاری ہے

جس شام ہرے گھر آنے کا جب بھی تھا کیا تم نے وعدہ
میں نے تو صحیح دم تک یا سر رورو کے وہ رات گزاری ہے

شام ہو گئی آخر

دیدے یا فکست دیدے
 دونوں تازیانے تھے
 دونوں ہی بہانے تھے
 ایک خواب کی ڈوری
 درمیان تھی لیکن
 نجھ میں زمانے تھے
 وصل کیسے ہو پاتا
 میری اپنی ہی خواہش
 مجھ کو رو گئی آخر
 گھر کے سونے آنکن میں
 شام ہو گئی آخر

عداوت کی تپتی ہوئی راگہور پر
تو مجھ کو محبت کی چھاؤں میں لے لے

کہ تیرے بدن پہ ہمارا بھی حق ہے
کبھی اس یقین سے پناہوں میں لے لے

ہمی جب نہ ہوں گے تم آ بھی گئے پھر
کسے یہ کہو گے کہ بانہوں میں لے لے

کبھی اس ٹماں سے ہی لگ جا گلے سے
اجل کب کہے آ کے راہوں میں لے لے

اگر شہر کے لوگ سردیل ہیں یا سر
تو دو چار مر لے ہی گاؤں میں لے لے

فائدہ کیا ہے دل لگانے کا
کچھ بھروسہ نہیں زمانے کا

مُسکراہ ہوں زخم بھرنے کو
زخم مگر ہے مُسکرانے کا

دل سے آخر تک گیا وہ بھی
ڈر جو رہتا تھا ثوٹ جانے کا

زندگی کی کتاب میں یا سر
درد عنوان ہوا فانے کا

شکستہ دل کی بس اک فُغاں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں
جو جل رہا ہے وہ آشیاں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں

زمیں پہ ہوں یا نکل گیا ہوں زماں کی حد سے
مئیں آج تجھ سے بھی بدگماں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں

کسی کے قدموں پہ سر جھکائے مئیں رو رہا ہوں
کسی کے اشکوں کا رازداں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں

سفر میں تو خیر ہم سفر تھیں تمہاری یادوں
لپٹ کے یادوں کے درمیاں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں

کہیں اسیرِ نگاہِ جاناں کہیں میں بیگانہ دو جہاں سے
کوئی بتائے کہ مئیں کہاں ہوں یہ مئیں کہاں ہوں

شب فرقت کا یہ پھر تہا
 چاند لکلا ہے بام پر تہا

میں مزاجاً اُداس رہتا تھا
 آپ کیوں ہو گئے مگر تہا

وہ نگاہیں اور اس قدر شوخی
 یہ جوانی اور اس قدر تہا

کل تھا درپیش کہکشاں کا سفر
 آج بیٹھا ہوں خاک پر تہا

پہلے آہٹ سے دل لرزتا تھا
دل میں رہتا ہے اب تو ڈر تھا

دھوپ نکلی تو سایہ ساتھی بنا
شام ڈھلتے ہی رات بھر تھا

تم نے مفہومِ زندگی پوچھا
دشت کی دھوپ اور سفر تھا

اس قدر غم جو ساتھ ہیں یا سر
کون کہتا ہے میرا گھر تھا

تمہارا چہرہ ہی ہر طرف تھا میں نہیں تھا
کہ عشق خود حسن کا ہدف تھا میں نہیں تھا

بڑی امیدوں کے جلتے خیموں کو پُرسہ دینے
ہر ایک دریا تو صاف بے صاف تھا میں نہیں تھا

تمہارے ہاتھوں سے ہاتھ مٹھوٹا تو میں نے دیکھا
کہ میرے دل میں بھی عکسِ کف تھا میں نہیں تھا

میں آ گیا ہوں مقابلے پر زمانہ آئے
عدو کا جب کہ میداں شغف تھا میں نہیں تھا

ستارے اترے تمہاری راہوں میں دل بچانے
ہر اک کے ہاتھوں میں ایک دف تھا میں نہیں تھا

کتاب پنجشش میں نام باقی تھے سب کے لیکن
بس اک ہمرا نام ہی حذف تھا میں نہیں تھا

تم اپنی بستی کی کوئی محفل بتاؤ یا سر؟
جہاں پہ ذکرِ شہء نجف تھا میں نہیں تھا

ترکِ وفا کی بات سے پہلے

خیالِ دوستی سے
 دوستی کی ابتداء سے بھی
 مری آنکھوں میں ٹھہرے پانیوں پر
 اپنے عکسِ باحیا کی بات سے پہلے
 مرے لمحے میں
 بہکی خواہشوں کی آنکھی حدت کو سمجھ کر
 تعاقب کی اذیت ناک شدت کو سمجھ کر
 ذرا ساد یکھنا تو تھا

بُرے دل پر لکھا مجھے محبت کا
 اذیت کا
 وہ جس کو لوٹنا تھا وہ اہمیت کی
 رات سے پہلے
 مگر مجھ سے
 فراقِ دائی کی اس سزا کی بات سے پہلے
 ذرا سا سوچنا تو تھا
 اُسے وفا کی بات سے پہلے

ٹونے رکھے ہیں زمانے سے مراسم کیا کیا
دشت و صحراء میں بھلکتے ہی رہے ہم کیا کیا

میرے ارمانوں کے بے دست علم تھے آگے
اور پچھے میرے اشکوں کا تھا ماتم کیا کیا

دوستو ہجر کے گھاؤ نے عجب داغ دیئے
ورنہ مل جاتے ہیں زخموں کے بھی مرہم کیا کیا

میرے چہرے کی یہ وُقت بھی اُسی آنکھ سے ہے
وہ جو دیکھے تو اُگیں ریت میں نیلم کیا کیا

دل کی دلہیز پر ڈوبے کئی سورج یا سر
چھوڑ کر مجھ کو گئے ہیں میرے ہدم کیا کیا



ذہن الجھا رہا سائل میں
دل مُسلسل تمہاری پائل میں

ایک دریائے بے کنار ہے تو
ایک لمسِ بدن کا سائل میں

کتنا دلکش غرور ہے تیرا
رہنا چاہوں ہمیشہ گھائل میں

میرے اور اُس کے درمیاں افسوس
زندگی بھر رہی ہے حلّ میں

آؤ میں ہار مان لیتا ہوں
ایک بو سے سے کر دو زائل میں

اُس کی شادی بھی ہو گئی یا سر
اُس پہ اب بھی مگر ہوں مائل میں

نگاہوں سے خدا حافظ

ان ہونٹوں پر
 وقتِ رخصت
 میرے لیے کوئی بات نہیں تھی
 صد یوں جاگی ان آنکھوں میں
 آنسو آنسو
 اُس کی یادِ مہکتی ہے
 میرے جیون میں وہ
 اپنے بعدِ مہکتی ہے

انجام سے آگے

گاؤں کی خوبیوں چھوڑ کے وہ جو آ جاتی
ایسا بھی تو شہر میں یار و قهر نہ تھا

اس کو بھی کچھ خوف نہ تھا رُسوائی کا
مجھ کو بھی انعام سے آگے ٹھہرنا تھا

۸ اکتوبر 2005ء

صح سویرے جو دیکھا دوپہر نہ تھا
لمحوں کے بھونچال میں میرا شہر نہ تھا

موت کا رقص نگاہوں میں تھا چار طرف
اور تم کہتے ہو کہ ہر سو زہر نہ تھا

احسان

منتظر اُس کا میں رہا برسوں
جو کبھی بھی نہ میرے گھر آیا

یوں میں یاسِ خلکست خورده ہوں
جیسے احسان کوئی کر آیا

زندگی

آج میں گھل کے مسکراوں گا
آج اُس کو اُداس کرنا ہے

زندگی ایسا امتحان ہے یا سر
جو بہرحال پاس کرنا ہے

اطھیناں

خاک میں مل گیا مرا سایا
پھر بھی تیرا نشاں نہیں پایا

مطمئن تھا میں ہار کر کتنا
اور وہ جیت کر بھی گھبرایا

آہٹ

بنفشی ، زرد ، نیلے موسموں میں
تمہیں ڈھونڈا ہے سارے موسموں میں

ہر اک موسم میں پیلی آہٹیں ہیں
گئے ہو تم بھی کیسے موسموں میں

دریا

چشم ساقی شراب کا دریا
 میکدہ ہے ثواب کا دریا

عشق سچائی کا سمندر ہے
 اور خرد جیسے خواب کا دریا

غور

یہ دورِ ابتلا جو ترےِ اختی پہ ہے
تو خوش کہ آسمان کی نظرِ جھونپڑی پہ ہے

دل مجھ سے پوچھتا ہے تری بے رُخی کے بعد
تجھ کو بہت غور اسی دوستی پہ ہے؟

بچپن

کہاں گیا وہ سکول کا رستہ
قلم، دوات، کتابیں، بستہ

کتنا اچھا تھا وہ بچپن
اک پل روتا اک پل ہنستا

دلasse

درد کا اقتباس ہو ہی گیا
وقفِ خوف و ہراس ہو ہی گیا

ڈوسروں کو دلasse کیا ڈوں اب
اپنا بھی دل اُداس ہو ہی گیا

اک نام

خاموش محبت کا سفر خاصا کٹھن ہے
یہ بولتے زخموں کا ہنر خاصا کٹھن ہے

جس کرب کا اک نام مددائی ہے عزیزو
اس کرب کا اظہار مگر خاصا کٹھن ہے

یاد

میں نے رکھا ہے دھڑکنوں میں اسے
میں نے دیکھا ہے دشمنوں میں اسے

بھول جائے گا منزلوں پر مجھے
یاد آؤں گا راستوں میں اسے

لیکن

دل لگانا چاہیے -- لیکن
آزمانا چاہیے -- لیکن

اب تمہارے ساتھ جانا مجھ کو بھی
مسکرانا چاہیے -- لیکن

مشکل

اک انجمن ہیں گیسوئے جاتاں
اپنا یہ دل بھی اک مشکل

مشکل سے یہ عشق ملا تھا
عشق کا حاصل بھی اک مشکل

تسلی

رو رو کے جنہیں مانگا تھا دین رات خدا سے
ہنس ہنس کے وہ کہتے ہیں کہ جا میری بلا سے

دیتے تھے تسلی جو مجھے صبر پہ یاسر
وہ قبر کی سرحد پہ بھی دیتے ہیں دلائے

پہچان

عشق سر تا قدم اجلا ہے
 ہر خرد مند دل کا کالا ہے

تیری آنکھوں کے ہم پُجاري ہیں
 یہی پہچان کا حوالہ ہے

تلاش

لوگ فکرِ معاش میں گم ہیں
ہم کسی کی تلاش میں گم ہیں

سارے انداز اُس کی چاہت کے
دل کی اک خراش میں گم ہیں

قالے

وہ جو خوشبوؤں کی مثال تھے
کوئی کیا کہے وہ کدھر گئے

مرے آنسوؤں کے یہ قافلے
انہیں دیکھنے کو شہر گئے

Dilemma....

اُس کی نگاہِ ناز سے دل میں سُرور ہے
جنت ہے خور کی یا وہ جنت کی خور ہے

یا سر وہ آ کے بیٹھی تھی پل بھر کو سامنے
اب تک نشے سے حسن کے آئینہ پور ہے

دُعا

مرے بابا
 سیلی سائیں
 ہستی کیا؟
 ”فا کی ایک کشتی ہے“!
 فا کی جب یہی کشتی
 تقاضا کے گھاٹ پر آتے
 تمہارے ہاتھ پر آتے

یا سر عباس

کا

دوسرا شعری مجموعہ

خوشبود

آئندہ ان شاء اللہ